پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی: (قسط:۲)

قدح مروان رضی اللہ عنہ میں وارد روایات کا تجزیہ

مولانا سید احمد رضا بجنوری صاحب بحوالہ حافظ ابن حجر حدیث ”ھلاک امتی علیٰ یدی أ غیلمة سفھاء“ کے تحت لکھتے ہیں کہ: ”بہت سی احادیث حکم اور اس کی اولاد کے ملعون ہونے کے بارے میں وارد ہوئی ہیں جن کی تخریج طبرانی وغیرہ نے کی ہے۔ ان میں زیادہ تو محل نظر ہیں مگر بعض جید بھی ہیں۔“

[انوار الباری شرح صحیح البخاری۔ جلد۱۷۔ ص۱۹۴]

مولانا احمد علی محدث سہارنپوری (م ۱۲۹۷ھ) نے بھی حدیث ”ھلاک امتی“ کے تحت طبرانی کے حوالے سے لکھا ہے کہ: ”وقدوردت أحادیث فی لعن الحکم والد مروان وماولد اخر جھاالطبرانی وغیرہ“

[صحیح بخاری. الجزء الثانی ص ۲۴۶ م حاشیه نمبر ۳، کتاب الفتن باب قول النبی صلی الله علیه وسلم ھلاک امتنی علیٰ یدی أ غیلمه سفھاء]

احادیث میں حکم والد مروان اور اس کی اولاد پر لعنت وارد ہے۔ طبرانی اور دوسرے محدثین نے ان کی تخریج کی ہے۔

اس طرح علامہ ابن حجر عسقلانی، مولانا احمد علی سہارنپوری اور مولانا احمد رضا بجنوری صاحب نے حدیث ”ھلاک امتی ......“ کے تحت حضرت حکم اور حضرت مروان رضی اللہ عنہما کو ”ملعون“ تسلیم کرتے ہوئے ان کی اولاد کو بھی امت کی ہلاکت کا باعث قرار دیا ہے۔ ان حضرات نے جس حدیث کے تحت یہ مؤقف اختیار کیا ہے اس میں کسی کے نام کا اشارتاً بھی کوئی ذکر نہیں پایا جاتا۔ ملاحظہ فرمائیں:

عمرو بن یحییٰ روایت کرتے ہیں کہ مجھے میرے دادا سعید بن عمرو بن سعید نے بتایا کہ: ”کنت جالساً مع ابی ھریرة فی مسجد النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم بالمدینه ومعنا مروان قال أبوھریرة: سمعت الصادق المصدوق یقول: ھلکة أمتی علیٰ یدی غلمة من قریش. فقال مروان:

لعنة اللّٰہ علیھم غلمة فقال أبو ھریرة: لوشئت ان أقول، بنی فلان، بنی فلان لفعلت“

فکنت أخرج مع جدی الیٰ بنی مروان حین ملکوا بالشام فاذا رأ ھم غلمانا أحد اثاقال لنا عسیٰ ھؤ لاء أ ن یکونوا منھم. قلناأنت أعلم.

[صحیح بخاری کتاب الفتن، باب قول النبی صلی الله علیه وسلم ھلک أمتی علیٰ یدی أ غیلمة سفھاء، رقم الحدیث ۷۰۵۸]

میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد نبوی میں بیٹھا ہوا تھا اس وقت مروان رضی اللہ عنہ بھی ہمارے ساتھ تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ: میں نے صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ قریش کے چند لڑکوں کے ہاتھوں میری امت کی تباہی ہوگی۔ حضرت مروان رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی لعنت ہو ایسے لڑکوں پر۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اگر میں چاہوں تو ان کے نام بیان کردوں، فلاں کے بیٹے اور فلاں کے بیٹے۔

عمرو بن یحیٰ کہتے ہیں کہ میں اپنے دادا کے ساتھ مروان رضی اللہ عنہ کی اولاد کے پاس جایا کرتا تھا جب وہ شام کے حاکم بن گئے تھے تو میرے دادا نے ان کے کم عمر لڑکوں کو دیکھ کر کہا: شاید یہ لڑکے ہی اس حدیث کا مصداق ہوں۔ ہم نے کہا: آپ زیادہ جانتے ہیں۔

یہ ہے وہ حدیث جس کی تشریح میں شارحین نے بڑے قصے اور کہانیاں وضع کی ہیں جن کی بناء پر بعض حضرات نے یزید کو اور بعض نے حضرت مروان رضی اللہ عنہ اور حضرت حکم رضی اللہ عنہ کو ''ملعون'' ثابت کرنے کے ساتھ آل مروان کو بھی زیر بحث حدیث کا مصداق قرار دے دیا۔

محدث کبیر مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی صاحب فرماتے ہیں کہ: ''جس بات کی کسی حدیث میں تصریح نہ ہو اور شارحین حدیث اپنے اپنے علم کے مطابق قرائن کی بنا پر حدیث کا محمل متعین کرنے کی کوشش کریں تو شارحین کے بیان کردہ محامل کو حدیث کا درجہ نہیں دیا جاتا اور منقولہ بالا حدیث میں صراحتاً یا اشارتاً کوئی تعین ان چھوکروں کی نہیں ہے۔ اب اگر کسی قرینہ کی بناء پر کسی عالم نے یہ لکھ دیا کہ اس میں یزید کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے تو اس بنیاد پر یہ کہنا ہرگز صحیح نہیں ہے کہ حدیث میں یزید کے ہاتھوں سے امت کی بربادی کی پیش گوئی کی گئی ہے۔

زیادہ واضح لفظوں میں یہ کہ چند غیر متعین قریشی لڑکوں کے ہاتھوں امت کی بربادی کی خبر کو تو حق تسلیم کرنا اور اس پر آمنا وصدقنا کہنا ضروری ہے لیکن یہ تسلیم کرنا کہ ان لڑکوں میں یزید بھی داخل ہے قطعاً ضروری نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس کی تصریح حدیث میں نہیں ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ شرح احادیث میں جو احتمالات محدثین ذکر کرتے ہیں ان کو قطع وجزم کے صیغے سے بیان کرنا علمی دیانت کے سراسر خلاف ہے اسی طرح ان کی بنیاد پر حدیث کی کوئی مراد جزم کے ساتھ بیان کرنا یا ان احتمالات کو حدیث کے ساتھ جوڑ کر یہ کہہ دینا کہ حدیث کا یہ مضمون ہے ہمارے نزدیک مَن یقل علیّ مالم أقله کا مستحق بنتا ہے۔

[حیات ابوالمآثر جلد ثانی ص ۳۶۳، مؤلفہ ڈاکٹر مسعود احمد الاعظمی، مطبوعہ مرکز تحقیقات وخدمات علمیہ الھند]

جہاں تک حضرت مروان رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے تو وہ بوجوہ زیر بحث حدیث کا مصداق نہیں ہوسکتے:

اَوّلاً! حضرت مروان رضی اللہ عنہ پر لفظ ''غلمة'' کا اطلاق لغوی طور پر بھی نہیں ہوتا کیونکہ منصبِ خلافت پر

فائز ہوتے وقت ان کی عمر تقریباً ۶۲ / سال تھی۔

ثانیاً: حافظ ابن حجر عسقلانی نے حدیث کے لفظ ''**غلمة**'' کو ''سفاہت'' ضعیف العقل، ضعیف التد بیر اور ضعیف الدین'' سے جو تعبیر کیا ہے تو حضرت مروان رضی اللہ عنہ پر ان میں سے کسی بھی تعبیر کا اطلاق نہیں ہوتا کیونکہ دوسری روایات میں یہ حدیث بلفظ ''**غلمة سفهاء**'' وارد ہوئی ہے اور خود امام بخاری نے ''ترجمۃ الباب'' میں اس کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ نیز حضرت مروان رضی اللہ عنہ کو تو کسی بدترین دشمن نے بھی ''ضعیف العقل اور ضعیف التد بیر'' قرار نہیں دیا ہے۔

ثانیاً! جس وقت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث مسجد نبوی میں بیٹھ کر سنائی تھی اس وقت حضرت مروان رضی اللہ عنہ ان کے پاس نہ صرف موجود تھے بلکہ وہ اس وقت گورنر تھے۔ ان کی امت مسلمہ کے ساتھ محبت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ انھوں نے خاندانِ قریش کے ایک معزز اور ذمہ دار فرد ہونے کے باوجود کسی تعصب اور جانب داری کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ قریشی نوخیز لڑکوں کے ہاتھوں امت کی تباہی کی حدیث سنتے ہی فرمایا:

''**لعنة الله عليهم غلمة**'' کہ ان قریشی لڑکوں پر اللہ کی لعنت ہو۔ حافظ ابن حجر (م ۸۵۲ھ) نے حضرت مروان رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس کی یہ توجیہہ فرمائی کہ ''اللہ تعالیٰ نے مروان کے خلاف حجت قائم کرنے کی غرض سے قریشی لڑکوں پر لعنت کے الفاظ ادا کرائے ہیں''

حافظ صاحب کے ہم فکر جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن کے سابق استاد حدیث مولانا عبدالرشید نعمانی صاحب فرماتے ہیں کہ:

''مروان کا مفسد لونڈوں پر لعنت کرنا''

نیز اس باب کے ختم پر حافظ ابن حجر عسقلانی نے جو ''تنبیہ'' فرمائی ہے وہ بھی پڑھنے کے قابل ہے۔ فرماتے ہیں:

تنبيه: يتعجب من لعن مروان الغلمة المذكورين مع أن الظاهر أنهم من ولده فكان الله تعالىٰ أجرى ذالک علىٰ لسانه ليكون أشد في الحجة عليهم لعلهم يتعظون.

وقد وردت أحاديث في لعن الحكم والد مروان وما ولد أخرجها الطبراني وغيره غالبها فيه مقال وبعضها جيد ولعل المراد تخصيص الغلمة المذكورين بذالک:

تنبیہ: تعجب ہوتا ہے کہ مروان نے ان مذکورہ لونڈوں پر لعنت کی حالانکہ ظاہر یہ ہے کہ وہ اس کی اولاد ہی میں ہوئے ہیں۔ پس گویا حق تعالیٰ شانہ نے یہ بات اس کی زبان سے کہلوادی تا کہ ان لونڈوں پر سخت حجت قائم ہو جائے اور شاید اس بات سے وہ کچھ نصیحت پکڑیں۔ اور ہاں مروان کے باپ حکم اور اس کی اولاد پر حدیثوں میں لعنت وارد ہوئی ہے۔ ان حدیثوں کو طبرانی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ جن میں سے اکثر روایات میں گفتگو کی گنجائش ہے مگر ان میں سے بعض

روایات جید بھی ہیں اور غالباً لعنت ان ہی لونڈوں کے ساتھ مخصوص ہے۔

حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۹۷ھ) نے بھی حافظ ابن حجر کی پیروی کرتے ہوئے زیرِ بحث حدیث کی تشریح میں بعینہ یہی بات لکھی ہے۔ مگر اس میں صرف یہ تبدیلی کی کہ ''تنبیہ'' اور ''یتعجب'' کی بجائے ''والعجب'' سے شروع کیا۔ اسی طرح آخر میں حضرت حکم رضی اللہ عنہ والد مروان رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد پر لعنت سے متعلق طبرانی وغیرہ کی اکثر احادیث کو جنھیں حافظ ابن حجر نے محل نظر قرار دیا تھا، حضرت محدث سہارنپوری نے اپنے قارئین کو اس بحث کی زحمت سے بچا لیا کہ کون سی احادیث محل نظر ہیں اور کون سی جید بلکہ یہ تأثر دیا کہ جن (یعنی حضرت حکم رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد) کے بارے میں یہ احادیث وارد ہوئی ہیں ان پر لعنت ثابت ہے۔ حالانکہ زیرِ بحث حدیث کی تشریح میں ان احادیث کے ذکر کا سرے سے کوئی تعلق ہی نہیں بنتا کیونکہ خود حضرت مروان رضی اللہ عنہ امت کی ہلاکت کے باعث بننے والے قریشی لڑکوں پر لعنت بھیج رہے ہیں۔ پھر معلوم نہیں کہ یہ حضرات کیوں حضرت حکم رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد حضرت مروان رضی اللہ عنہ وغیرہ کو لعنت کا مستحق قرار دے رہے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جب مسجد نبوی میں حدیث ''**هلكة امتي علىٰ يدي غلمة من قريش**...... '' سنائی تھی اس وقت حضرت مروان رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مدینہ منورہ کے گورنر تھے۔ جبکہ حضرت حکم رضی اللہ عنہ ۳۲ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں وفات پا چکے تھے لہٰذا حضرت حکم رضی اللہ عنہ زیرِ بحث حدیث کا مصداق کس طرح ہو سکتے ہیں؟

علاوہ ازیں حضرت حکم رضی اللہ عنہ پر نہ تو ''**غلمة**'' کا اطلاق ہوتا ہے اور نہ ہی انھوں نے کبھی امارت وخلافت کے فرائض سرانجام دیئے تھے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی اور مولانا عبدالرشید نعمانی جن احادیث کو جید قرار دے کر ان پر لعنت ثابت کر رہے ہیں تو ان کی اکثر روایات کی طرح بعض ''جید'' بھی یقیناً محل نظر ہیں اس پر مفصل بحث پہلی قسط میں گذر چکی ہے۔

مزید برآں حضرت حکم رضی اللہ عنہ بالاتفاق صحابی ہیں۔ ان کی توہین وتنقیص اور ان پر طعن وتشنیع از روئے کتاب وسنت حرام ہے۔ حافظ ابن حجر، مولانا احمد علی سہارنپوری اور مولانا عبدالرشید نعمانی کو حضرت مروان رضی اللہ عنہ کا قریشی لڑکوں پر لعنت کرنے کی وجہ سے تعجب ہو رہا ہے۔ انصاف اور حق کا تقاضا یہ ہے کہ ہمیں ان کے اس بالکل بے موقع وبے محل اور موضوع روایات کے ذریعے حضرت حکم رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کو ملعون کہنے پر سخت تعجب ہو رہا ہے۔

صحیح بخاری کی زیرِ بحث حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بیان کیا ہے کہ ''میری امت کی ہلاکت قریش کے چند لڑکوں کے ہاتھوں ہوگی'' جسے سن کر حضرت مروان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ''**لعنة الله عليهم غلمة**'' موصوف کا یہ قول حدیث اور امت مسلمہ کے ساتھ ان کی سچی محبت کی عظیم دلیل ہے۔

اس کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فقط یہ کہا ہے کہ:

''لو شئت أن أقول بني فلان، بني فلان لفعلت'' اگر میں چاہوں تو بتا سکتا ہوں وہ بنی فلاں اور بنی فلاں ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے تو یہاں کسی کا نام نہیں لیا پھر ''شارحین'' کو کیوں کر معلوم ہوگیا کہ اس سے مراد ''بنی مروان'' ہیں؟

اگر بالفرض ایک ''بنی فلاں'' سے مراد ''بنی مروان'' ہیں تو دوسری مرتبہ ''بنی فلاں'' کہنے سے کس کی اولاد مراد ہوگا؟

ایک دوسری روایات میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ:

''ان شئت أن اسمّیهم بنی فلان وبنی فلان''

[صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، رقم الحدیث ۳۶۰۵]

اگر میں چاہوں تو بنی فلاں اور بنی فلاں کے نام بتا سکتا ہوں۔ مگر اس کے باوجود اس سے متعلق نہ تو ان سے کسی نے اصرار کیا اور نہ ہی انھوں نے از خود کسی کا نام بتایا۔

حضرت حکم رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت مروان رضی اللہ عنہ بھی زیرِ بحث حدیث کا مصداق نہیں بن سکتے وہ اگرچہ نو ماہ تک سریر آرائے خلافت رہے لیکن حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی طرح ان کی خلافت پر بھی پوری امت نے اتفاق نہیں کیا تھا۔

زیرِ بحث حدیث کے آخر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے سعید بن عمرو نے اپنے شام کے دورے میں جن قریشی لڑکوں کو دیکھ کر یہ رائے قائم کی کہ غالباً یہ وہی لوگ (لڑکے) ہیں جن کا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ذکر ہے۔

گویا سعید بن عمرو نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث چالیس ہجری کی دہائی میں سنی تھی اور بنی مروان رضی اللہ عنہ پر اس کا اطلاق ۷۰ھ کے بعد کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ بھی راوی سعید بن عمرو کا بنی مروان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ذاتی ''اختلاف'' ہے کیونکہ خلیفہ عبدالملک بن مروان رضی اللہ عنہ اموی نے راوی حدیث سعید کے والد ''عمرو بن سعید اموی'' کو ۷۰ھ میں قتل کرادیا تھا۔ یہ ''عمرو بن سعید'' وہ ہیں جنھیں یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مکہ کا گورنر بنایا گیا تھا۔ یہی وہ گورنر ہیں جن کا ذکر مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے یزیدی کارناموں بالخصوص واقعہ حرہ کے ضمن میں بایں الفاظ فرمایا ہے کہ:

''عمروبن سعید کا ن والیاعلی المدینه من جهة یزید بن معاویه ...... وعمرو بن سعید هٰذا هوابن العاص بن امیة القرشی الاموی یعرف بالا شدق وملقب بلطیم الشیطان یکنی أبا امیة قتله عبدالملک بن مروان بعد ان امنه سنة سبعین کما هومذکور تفصیله فی البدایة والنهایة لا بن کثیر

فی الجزء الثامن......“ [معارف السنن جلد ۶، ص ۷، تحت باب ماجاء فی حرمۃ مکۃ]

عمرو بن سعید مدینہ پر یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے ولی بنایا گیا تھا۔ یہ عمرو بن سعید بن العاص ابن امیہ قرشی اموی ہے اور اس کو ”اشدّق“ کے نام سے جانا گیا ہے۔ اس کا لقب لطیم الشیطان ہے اور ابوامیہ اس کی کنیت ہے۔ عبدالملک بن مروان رضی اللہ عنہ نے ۷۰ھ میں اس کو امان دینے کے بعد قتل کر دیا تھا جیسا کہ اس کی تفصیل البدایہ والنہایہ کی جلد ۸ میں موجود ہے۔

ایک روایت میں عمرو بن سعید کا صرف نام دیکھ کر ہی علامہ محمد انور شاہ کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”لا یتمسک بقولہ ھٰذا فانہ عامل یزید ویزید فاسق بلاریب“

[العرف الشذی ص ۳۱۱، تحت ابواب الحج]

عمرو بن سعید کے اس قول سے تمسک درست نہیں ہے کہ کیونکہ وہ یزید کا عامل تھا اور یزید بلا شبہ فاسق تھا۔

ہمیں اس دلیل سے اتفاق نہیں کہ وہ چونکہ یزید کا عامل تھا اس لیے اس کے قول سے تمسک نہیں کیا جاسکتا۔ یزید کے عامل تو صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بھی رہ چکے ہیں۔

بہر حال حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ تصریحات سے اتنی بات تو واضح ہوگئی ہے کہ زیر بحث حدیث کے راوی سعید کے والد ابوامیہ عمرو بن سعید بن العاص القرشی الاموی الاشدّق، لطیم الشیطان کو ۷۰ھ میں عبدالملک بن مروان نے قتل کرا دیا تھا، حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی زیرِ بحث حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

”وأبوہ عمرو بن سعید (بن العاص ابن أمیۃ) ھو المعروف بالاشدق قتلہ عبدالملک بن مروان لماخرج علیہ بدمشق بعد السبعین......“

[فتح الباری، جلد ۱۳، ص ۹ تحت کتاب الفتن باب قول النبی صلی اللہ علیہ: **ھلاک امتی علیٰ یدی اغیلمۃ سفھاء**]

سخت حیرت ہے کہ زیر بحث حدیث کے راوی سعید بن عمرو نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث ۴۰ھ کی دہائی میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں سنی تھی۔ اس کے بعد کربلا، حرہ اور محاصرہ مکہ جیسے ”سانحات“ رونما ہوئے مگر سعید بن عمرو تازہ تازہ سنی ہوئی حدیث کا مصداق متعین نہ کر سکے پھر ۷۰ھ یا اس کے بعد جب ان کے والد عمرو بن سعید، عبدالملک بن مروان کے ہاتھوں قتل ہوگئے تب انھیں امت کو ہلاک کرنے والے قریشی لڑکے یاد آگئے کہ وہ تو یہی بنی مروان ہیں پھر اس روایت میں اس بات کی بھی کوئی تصریح نہیں پائی جاتی کہ راوی سعید بن عمرو نے اپنے پوتے عمرو بن یحیٰی کے ہمراہ بنی مروان میں سے کس کس نوخیز لڑکے کو دیکھا تھا۔

اس کے برعکس صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن ابی داود میں بارہ خلفاء کے متعلق یہ بشارت دی گئی ہے کہ:

''یکون اثنا عشر أ میراً......لایزال الاسلام عزیزاً الیٰ اثنا عشر خلیفة......،لا یزال ھٰذا الدین قائم حتیٰ یکون علیکم اثناعشر خلیفة کلھم تجتمع علیه الامیة......، لایزال ھٰذا الدین عزیزاً منیعاًالیٰ اثنا عشر خلیفة.''

[صحیح بخاری کتاب الاحکام رقم الحدیث ۷۲۲۲، صحیح مسلم ، کتاب الامارة باب الناس تبع لقریش ولاخلافة فی قریش الجلدالثانی ص ۱۱۹ ، سنن ابی داؤد کتاب الفتن باب المبلاحه جلد ثانی ص ۲۳۹]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد بارہ امیر ہوں گے وہ سب قریش میں سے ہوں گے اسلام بارہ خلفاء کے دور تک ہمیشہ غالب رہے گا جو سب کے سب قریش میں سے ہوں گے جبکہ سنن ابی داؤد کی روایت میں ''بارہ خلفاء'' کے ساتھ اس بات کی بھی تصریح پائی جاتی ہے کہ ایسے بارہ خلفاء جن پر امت کا اجماع ہو۔

امام طبرانی نے اس حدیث میں یہ الفاظ بھی بیان کیے ہیں کہ ان بارہ خلفاء کو کسی دشمن کی عداوت نقصان نہ پہنچا سکے گی۔

حافظ ابن حجر اور دیگر حضرات صحیح بخاری کی حدیث ''یکون اثنا عشر أ میرا'' کے تحت خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، یزید بن معاویہ، عبدالملک بن مروان، ولید بن عبدالملک، سلیمان بن عبدالملک، عمر بن عبدالعزیز بن مروان، یزید ثانی بن عبدالملک اور ہشام بن عبدالملک (۴۱ھ تا ۱۲۵ھ) ماسوائے معاویہ ثانی بن یزید اور مروان بن حکم رضی اللہ عنہ کو شامل کرتے ہیں ملاحظہ ہو:

''فتح الباری، جلد ۱۳ ، ص ۲۱۴ ، منھاج السنة جلد ۴، ص ۲۰۶ ، تاریخ الخلفاء اردو للسیوطی ص ۷۵، الصواعق المحرقة لا بن حجر ھیتمی ص ۲۱ ، شرح فقه اکبر لملا علی قاری ص ۸۴،تکمله فتح الملھم جلد ۳، ص ۲۸۴ للشیخ محمد تقی عثمانی ، سیرت النبی صلی الله علیه وسلم مؤلفه سید سلیمان ندوی جلد ۳، ص ۴۰۶''

یہ حضرات تو یزید کے علاوہ صرف بنی مروان میں سے ٦ خلفاء کو حدیث بارہ خلفاء کا مصداق قرار دے رہے ہیں جن پر ''غلمة من قریش'' کا اطلاق نہیں ہوتا اور نہ ہی ان کے دور میں امت ہلاک ہوئی بلکہ ان کی خلافت پر امت متفق و مجتمع تھی اور ان کے دور میں اسلام بھی غالب رہا۔

حدیث ''اثنا عشر خلیفة'' کے علاوہ ایک دوسری حدیث سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ بنوامیہ و بنو مروان کے دور میں ۱۲۰ھ تک اسلام غالب رہے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تدور رحیٰ الاسلام لخمس وثلاثین اوست وثلاثین اوسبع و ثلاثین فان یھلکوا فسبیل من ھلک وان یقم لھم دینھم یقم لھم سبعین عاما. قلت: أ ممابقی أو مما مضی ؟قال: ممامضی.''

[سنن ابی داود ، مشکوٰۃ المصا بیح کتاب الفتن ص ۴۶۵]

اسلام کی چکی ۳۵ برس یا ۳۶ برس یا ۳۷ برس تک چلتی رہے گی۔ پھر اگر لوگ ہلاک ہوں (یعنی اختلاف کریں) تو وہ ان کی راہ پر ہوں گے جو ہلاک ہوئے اور اگر ان کا دین باقی رہے تو پھر اس کا سلسلہ ۷۰ برس تک رہے گا۔ میں نے عرض کیا یہ ۷۰ برس ان سالوں سے بعد ہوں گے جن کا ذکر ہوا یا بشمول ان کے؟ فرمایا جو زمانہ گذرا، اس کے بعد سے،

ایک دوسری روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بجائے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام آیا ہے ملاحظہ ہو۔　　[ازالۃ الخفاء جلد اول تحت مقصد اول فصل چھارم ص ۲۸۶]

حضرت شاہ ولی اللہ کی تصریح کے مطابق ۳۵ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے جہاد کا نظام متاثر ہو گیا تھا جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور سے از سرِ نو شروع ہوا۔ اس طرح ۴۱ھ سے ۷۰ برس شمار کیے جائیں تو ۱۱۰ھ میں اور اگر حدیث کے الفاظ ۳۶ برس یا ۳۷ برس کو بھی شامل کیا جائے تو پھر یہ مدت ۱۱۲ھ میں پوری ہوتی ہے۔

یہ ملحوظ رہے کہ ۴۱ھ سے ۱۱۲ھ تک یہ مدت ۷۲ برس جمع کرنے کی صورت میں بنتی ہے جبکہ صحیح بات یہ ہے کہ اس مدت سے عبدالملک بن مروان کا (۶۵ھ تا ۷۲ھ) آٹھ سالہ غیر متفقہ اور متنازعہ دورِ خلافت منفی کر کے اسے ۱۱۲ھ میں جمع کیا جائے گا کیونکہ حدیث ''اثنا عشر خلیفۃ'' کی ایک روایت میں ''تجتمع علیه الامة'' کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ اس طرح یہ مدت ۷۰ برس جمع کرنے سے ۱۱۸ھ اور ۷۲ برس جمع کرنے سے ۱۲۰ھ میں پوری ہوتی ہے جس کے بعد بنوامیہ (بنومروان) کی خلافت زوال پذیر ہونا شروع ہو گئی تھی۔ گویا اسلام کی چکی ایک مرتبہ پھر اپنی جگہ سے ہٹ گئی تھی۔

حدیث ''اثنا عشر خلیفة'' اور حدیث ''رحی الاسلام'' کی روشنی میں امت کے متفق علیہ بارہ خلفاء میں خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہ کے بعد حسبِ ذیل آٹھ خلفاء پر ۷۰ برس کی مدت پوری ہوتی ہے۔

۱۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ۴۱ھ۔

۲۔ امیر یزید ۶۰ھ (جبکہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت مروان رضی اللہ عنہ '' تجتمع علیه الامة'' کی شرط پر پورے نہیں اترتے)۔

۳۔ عبدالملک بن مروان رضی اللہ عنہ (اگر چہ یہ ۶۵ھ میں منصب خلافت پر فائز ہو گئے تھے لیکن حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ۷۳ھ میں ان پر امت کا اتفاق ہو گیا تھا)۔

۴۔ ولید بن عبدالملک بن مروان رضی اللہ عنہ، ۸۶ھ۔

۵۔ سلیمان بن عبدالملک بن مروان رضی اللہ عنہ ۹۶ھ۔

۶۔ عمر بن عبدالعزیز بن مروان رضی اللہ عنہ ۹۹ھ۔

۷۔ یزید بن عبدالملک بن مروان رضی اللہ عنہ ۱۰۱ھ۔

۸۔ ہشام بن عبدالملک بن مروان رضی اللہ عنہ ۱۰۵ھ تا ۱۲۵ھ

ہشام بن عبدالملک کے بعد بنی مروان رضی اللہ عنہ میں سے چار مزید اموی خلفاء (۱۔ ولید ثانی بن یزید ثانی بن عبدالملک ۔۲۔ یزید ثالث بن ولید ثانی ۔۳۔ ابراہیم بن ولید ثانی ۔۴۔ مروان ثانی بن محمد بن مروان رضی اللہ عنہ) نے ۱۳۲ھ تک خلافت کے فرائض سرانجام دیئے لیکن امت ان کے ادوار میں بھی تباہ نہیں ہوئی زیادہ سے زیادہ خلافت بنی امیہ و بنی مروان کے ہاتھوں سے نکل کر بنو عباس کو منتقل ہوگئی تھی۔

اس تفصیل سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ زیرِ بحث حدیث میں کسی قریشی نوجوان کا بنام ذکر نہیں تھا اور ۷۰ھ کے بعد سعید راوی حدیث نے عبدالملک بن مروان رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں اپنے والد عمرو بن سعید (المعروف بہ الأ شدق، لطیم الشیطان) کے قتل ہوجانے کے بعد ذاتی مخاصمت کی وجہ سے بلا تصریح نام بنی مروان کے چند نوجوانوں کو دیکھ کر اس احتمال کا اظہار کیا کہ '': عسیٰ ھٰؤلاء ان یکونوا منھم'' شاید یہ لڑکے ہی اس حدیث کا مصداق ہوں۔ لہٰذا راوی کے محض احتمال کی بناء پر قطع و جزم کے ساتھ بنی مروان پر امت کی تباہی و ہلاکت کا الزام لگانا جہاں علمی دیانت کے خلاف ہے وہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی افتراء باندھنا ہے۔

جہاں تک زیرِ بحث حدیث کے اصل راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے تو انھوں نے بھی حضرت مروان رضی اللہ عنہ کے ان قریشی لڑکوں پر لعنت بھیجنے کے بعد صرف اس قدر فرمایا کہ:

''اگر میں چاہوں تو بنی فلاں، بنی فلاں کے نام بتا سکتا ہوں'' اگر موصوف کے علم میں بنی مروان کے نام ہوتے تو بھلا وہ حضرت مروان رضی اللہ عنہ کی نیابت کیوں کر، کر سکتے تھے؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی تھی جبکہ انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر محاصرہ کے دوران مسلح پہرہ دیا تھا اور یزید کی ولی عہدی کی بیعت کے بعد بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ساتھ بھرپور تعاون کیا اور ۵۹ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بھتیجے اور گورنر مدینہ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔

پھر یہ بات قابلِ غور ہے کہ زیر بحث حدیث میں 'غلمۃ من قریش'' کے الفاظ آئے ہیں جبکہ حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ''ھلکۃ امتی'' سے خلافت دین کی تباہی مراد لی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ:

''پھر اس حدیث بخاری میں یہ امت کا لفظ اس طرف بھی مشیر ہے کہ یہ ہلاکت شخصی یا انفرادی قسم کی نہ ہوگی کیونکہ ایک دو یا سو پچاس افراد کی ہلاکت، امت کی ہلاکت نہیں کہی جاسکتی بلکہ اجتماعی قسم کی ہلاکت ہوگی جس کی زد پوری امت پر پڑے گی اور اس کا اجتماعی شیرازہ اس ہلاکت کا شکار ہوگا اور جبکہ اجتماعیت ہی کی شیرازہ بندی کے لیے اسلام نے خلافت رکھی ہے تو امت کی اجتماعیت کی ہلاکت کے معنی صاف لفظوں میں خلافت کی تباہی کے نکل آتے ہیں گویا حدیث نے چند قریشی لڑکوں کے ہاتھوں خلافتِ دین کی تباہی کی خبر دی ہے۔'' [شہید کربلا اور یزید، ص ۱۵۵، مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور]

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ''ھلکۃ امتی'' کا جامع اور درست مفہوم بیان فرمایا ہے کہ اس سے مراد امت کی اجتماعی ہلاکت ہے اس کا اجتماعی شیرازہ اس ہلاکت کا شکار ہوگا جس کا معنی صاف لفظوں میں خلافت کی تباہی ہے''۔

امام حاکم نے حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کا ایک قول نقل کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حاکم کی نظر میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ''غلمۃ من قریش'' کا مصداق قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ ملاحظہ ہو:

[حیات ابوالمآثر (مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی) جلد ثانی ص۔ ۳۶۵]

دیگر شارحین کی نسبت ''قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ پر ''غلمۃ من قریش'' کا انطباق واطلاق زیادہ صحیح ہے کیونکہ یہی وہ فتنہ کُبریٰ ہے جس میں خلافت کی تباہی ہوئی اور امت کا اجتماعی شیرازہ منتشر ہوا۔ قتل عثمان رضی اللہ عنہ امت کے درمیان مزید بہت سے فتنوں کے پیدا ہونے کا بجا طور پر اصل بنیاد قرار پایا۔ جس کا نقد نتیجہ ''جمل وصفین'' کے معرکوں کی صورت میں سامنے آیا اور اس کی وجہ سے امت آج تک افتراق وانتشار کا شکار ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ جو اس وقت بلا شبہ افضل امت اور احق خلافت تھے لیکن چونکہ فتنہ کی آگ بھڑک چکی تھی اور اختلاف وافتراق پیدا ہو چکا تھا۔ اس لیے خلافت کے بحال ہونے کے بعد بھی امت کی اجتماعی شیرازہ بندی نہ ہوسکی۔ اس فتنہ نے اسلامی شہروں اور مراکز کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور نہ صرف یہ کہ اسلامی فتوحات کا سلسلہ بند ہوا بلکہ بعض مقامات پر مسلمانوں کو پیچھے بھی ہٹنا پڑا یہاں تک کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے زمامِ خلافت سنبھالی اور اسلامی فتوحات کے سلسلہ کو دوبارہ جاری کیا۔

زیرِ بحث حدیث کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ کا اپنا حال یہ تھا کہ جب یہ حادثہ یاد آتا تھا بے اختیار رونا شروع کر دیتے تھے۔ فرماتے تھے کہ:

''اللہ کی قسم جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو ہنستے کم اور روتے زیادہ، اللہ کی قسم اب قریش میں اس کثرت سے موت اور قتل واقع ہوگا کہ اگر کوئی ہرن اپنے مسکن میں جائے گا تو وہاں بھی کسی قریشی کے جوتے پڑے ملیں گے۔''

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں، ان کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی اطلاع ہوئی

تو بے ساختہ زبان سے نکلا: ''اليوم هلكة العرب'' آج عرب تباہ ہوگئے۔ انھوں نے مزید فرمایا: ''لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر کے اپنے اوپر ایسے فتنے کا دروازہ کھول لیا ہے جو قیامت تک بند نہ ہوگا۔ اب جو تلواریں کھنچ گئی ہیں وہ قیامت تک میان میں بند نہ ہوں گی۔''

یہ فتنہ اگرچہ سبائی گروہ کا پیدا کردہ تھا لیکن اس میں کچھ کچھ ''غلمة من قريش'' کا بھی کردار تھا۔ ان ہی غلمة میں سے ایک محمد بن ابی بکر تیمی قریشی اور دوسرے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ماموں زاد بھائی محمد بن ابی حذیفہ اموی قریشی پیش پیش تھے۔

اوّل الذکر نے دیگر قاتلین کے ہمراہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو داڑھی سے پکڑ کر کھینچا تھا جبکہ ثانی الذکر سبائی گروہ کا ایک اہم کمانڈر تھا اور اس نے مصر کے دارالامارت پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔ بعض دیگر قریشی نوجوان ان کے معاون اور سہولت کار تھے۔ بعض ناقدین و معاندین نے زیرِ بحث حدیث کے اصل مصداق کو نظر انداز کر کے اپنی توپوں کا رخ ''بنی مروان'' کی طرف موڑ دیا۔ کیا یہ بات باعث حیرت نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو فرمائیں: ''غلمة من قريش'' اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس کی توضیح ''بنی فلاں، بنی فلاں'' کے الفاظ سے کریں لیکن اس کو بنوامیہ اور بنومروان کے ساتھ مختص کرتے ہوئے یہ فیصلہ صادر کر دیا جائے کہ امت کی ہلاکت کی یہ پیش گوئی یزید اور بنی مروان کے نوجوانوں کے ہاتھوں پوری ہوئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

یہ بھی کیا کوئی کم ستم ظریفی ہے کہ حدیث ''اثنا عشر خليفة'' (جن میں علمائے کرام کی تصریحات کے مطابق بنوامیہ و بنومروان کے آٹھ خلفاء شامل ہیں) کی فہرست میں سے حضرت عمر بن عبدالعزیز اموی کے علاوہ باقی اموی خلفاء کے نام خارج کر دیئے جائیں کہ یہ خاندان اس فضیلت کا حامل نہیں ہوسکتا یہ عجیب معاملہ ہے کہ حدیث ''غلمة من قريش'' کی رو سے امت کی ہلاکت کا تمام ملبہ قریش کے ایک خاندان ''بنوامیہ'' پر گرا دیا جاتا ہے اور جب حدیث ''اثنا عشر خليفة كلهم من قريش'' کے تحت تاجِ خلافت بنوامیہ کے سر پر رکھا جاتا ہے تو دشمنانِ بنی امیہ خم ٹھونک کر میدان میں کود پڑتے ہیں کہ کیا خلافت قریش کے تمام خاندانوں میں سے صرف بنوامیہ ہی کو الاٹ کی گئی ہے۔

مولانا عبدالرشید نعمانی صاحب فرماتے ہیں کہ:

''بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ بنی ہاشم اور ان کے حامیوں کے طرف سے خلافت کے استحقاق کا دعویٰ کیا گیا تو اس سے کون سی قیامت ٹوٹ پڑی؟ خلافت کا حق قریش کے لیے نصّ سے ثابت ہے کیا بنی ہاشم جو خاندان نبوت سے تعلق رکھتے ہیں قریش سے خارج ہیں؟ کیا خلافت قریش کے تمام خاندانوں میں صرف بنی امیہ ہی کے لیے الاٹ کر دی گئی تھی؟ اور بنی امیہ میں بھی صرف بنوحرب کے لیے جو یزید کی ولی عہدی ضروری ٹھہری؟ [حادثہ کربلا کا پس منظر ص ۱۹۰، مطبوعہ مکتبہ مدینہ لاہور]

اس عبارت میں بنوامیہ کے لیے "غیظ وغضب" صاف چھلک رہا ہے اگر ان کے سر سے تاجِ خلافت نہ اتارا جا سکے تو پھر ان خلفاء کو "شر الملوک" کا نام دے دیا جاتا ہے۔ فیا اسفا۔

حالانکہ بنوامیہ کو ان کی صلاحیت واہلیت کے پیش نظر امارت وسپہ سالاری وغیرہ کے مناصب خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وحضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عطا کیے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم امت کے افتراق وانتشار سے پریشان تھے یہی وجہ ہے کہ بعض صحابہ جمل وصفین کے معرکوں میں بھی شریک نہیں ہوئے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی دست برداری کے بعد غیر جانب دار صحابہ نے بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی ۶۰ ھ کی دہائی میں جب مکہ وحجاز میں اختلاف ابھرا تو حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی نے دونوں گروہوں سے اظہارِ ناراضی کیا اور دونوں کو دنیا کے لیے قتال کرنے والا قرار دیا حالانکہ وہ بھی اپنے اپنے اجتہاد پر ہی عمل پیرا تھے۔ امام بخاری یہ حدیث بھی اسی کتاب الفتن کے تحت لائے ہیں۔ جس میں حدیث "غلمة من قريش" بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ ابوالمنہال روایت کرتے ہیں کہ:

جب زیاد اور مروان رضی اللہ عنہ شام میں حاکم ہوئے اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ مکہ میں متمکن ہوئے۔ ادھر خارجیوں نے بصرے میں زور جمایا تو میں اپنے والد کے ساتھ حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ ہم ان کے گھر میں گئے وہ بانس کے ایک بالاخانے کے سائے میں بیٹھے تھے، ہم بھی ان کے پاس جا کر بیٹھے۔ میرے والد نے ان سے کچھ گفتگو کرنے کی خواہش ظاہر کی چنانچہ انھوں نے کہا:

ابو برزہ! آپ لوگوں کا حال دیکھ رہے ہیں (کہ وہ کس اختلاف میں مبتلا ہو گئے ہیں؟)۔

ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلی جو بات کی وہ میں نے سنی، انھوں نے فرمایا: میں صرف رضائے الٰہی کے لیے ان قریش کے لوگوں سے ناراض ہوں میرا اجر اللہ کے پاس ہے۔ اے عرب قوم! تم جانتے ہو پہلے (زمانہ جاہلیت میں) تمہارا کیا حال تھا؟ ذلت، کمتری اور گمراہی میں گرفتار تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے تمہیں اس بری حالت سے نجات دی حتیٰ کہ تم اس مقام پر فائز ہوئے (دنیا کے حاکم بن گئے) پھر اسی دنیا نے تمہیں خراب کر دیا۔

دیکھو! یہ شخص (یعنی مروان رضی اللہ عنہ) جو شام میں حاکم بن بیٹھا ہے دنیاوی اقتدار کے لیے لڑتا ہے اور یہ خارجی لوگ جو تمہارے اردگرد جمع ہیں (اور اپنے تئیں بڑا قاری کہتے ہیں) اللہ کی قسم یہ بھی دنیاوی اقتدار کے لیے لڑتے ہیں۔ اور یہ شخص (عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ) جو مکہ میں ہے اللہ کی قسم یہ بھی دنیاوی اقتدار کے لیے لڑتا ہے۔

[صحيح بخاری کتاب الفتن باب اذاقال عندقوم شيئاً ثم خرج فقال بخلافه، رقم الحديث ۷۱۱۲]

اسی روایت سے واضح ہو گیا ہے کہ حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے اہل شام اور اہل حجاز کے مابین تصادم

میں ’’غلمة من قريش‘‘ کے تحت صرف بنوامیہ کے نوجوانوں کو ہی مراد نہیں لیا بلکہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے خاندان (اسدی قریشی) کو بھی برابر کا حصہ دار قرار دیا ہے اوران سب کی جنگ کو دنیاوی اقتدار کی جنگ کہا ہے۔

’’ان ذالک الذی بالشام واللّٰہ ان یقاتل الا علی الدنیا وان ھؤلاء الذین بین أظھرکم واللّٰہ ان یقاتلون الا علی الدنیا وان ذالک الذی بمکة واللّٰہ ان یقاتل الا علی الدنیا۔‘‘

اہل اسلام کے باہمی تصادم میں قریش کے جملہ خاندانوں یا شاخوں کے علاوہ دیگر قبائل بھی منقسم تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے اس روایت میں صرف بنوامیہ اور بنواسد کا نام نہیں لیا بلکہ یہ فرمایا:

’’انی احتسبت عنداللّٰہ أنی أصبحت ساخطاً علی أحیاء قریش‘‘

میں صرف رضائے الٰہی کے لیے قریش کے قبائل سے ناراض ہوں۔ میرا اجر اللہ کے پاس ہے۔ قریش کے ان گھرانوں کو آپس میں برسرپیکار ہونے کے بجائے دشمنانِ اسلام کفار کے خلاف علمِ جہاد بلند کرنا چاہیے۔

بہرحال زیر بحث حدیث ’’ھلکة امتی علی یدی غلمة من قریش......‘‘ کی روشنی میں صرف بنوامیہ اور خاص طور پر بنومروان کو امت کی ہلاکت کا ذمہ دار قرار دینا عدل ودیانت اور حقائق کے خلاف ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ بنوامیہ نے کسی کی خلافت کے خلاف کبھی بھی حصہ نہیں لیا جہاں تک جنگ صفین کا تعلق ہے تو وہ جنگ جمل کی طرح قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے اور سبائی سازش سے وقوع پذیر ہوئی تھی جو بالاخر صلح پر منتج ہوئی۔

جملہ تنازعات ومحاربات میں ان حضرات نے اپنے اجتہادات پر عمل کیا اور صحابہ کے اجتہادات پر کسی غیر صحابی کو تنقید کا حق نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(جاری ہے)

ماہانہ مجلس ذکرواصلاحی بیان

27 اگست 2015ء
جمعرات بعد نمازِ مغرب

دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان

ابن امیر شریعت
حضرت پیرجی
سید عطاء المہیمن بخاری
دامت برکاتہم
(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)

نوٹ: ہر انگریزی ماہ کی آخری جمعرات کو بعد نمازِ مغرب مجلسِ ذکرواصلاحی بیان ہوتا ہے

الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان 061-4511961